پروفیسر علی محسن صدیقی

زوالِ خلافت عباسیہ اور خواجہ نصیر الدین طوسی

(آخری قسط)

۱۳؎ بایجونوین منگولوں کے قبیلے بیسوت سے تعلق رکھتا تھا اسے اوکتائی قاآن نے ۶۴۰ھ میں سلاجقہ روم کے خلاف مہم پر روانہ کیا اس نے سلطان غیاث الدین کیخسرو ثانی کو ۶۴۱ھ میں شکست دے کر ممالک روم پر قبضہ کر لیا ۶۵۰ھ میں جب ہلاکو نے بلاد غربی (ایران، عراق و شام) کی جانب پیش قدمی کی تو منگو قاآن کے حکم سے بایجو اس کی کمک پر بھیجا گیا۔ مگر ہلاکو نے اسے پھر بلاد روم کی مکمل تسخیر شام کی مہم کا حکم دے کر وہاں سے روانہ کر دیا۔ وہ یہاں سے ۶۵۴ھ یا ۶۵۵ھ میں فارغ ہو کر بغداد کی تسخیر میں شریک ہوا، اس کے بعد تسخیر شام کی مہم پر ہلاکو کے ہمراہ گیا۔ مگر بعد میں ہلاکو نے اسے قتل کروا دیا (مزید مطالعہ کی غرض سے ابن بی بی کا سلجوق نامہ، ابن العبری کی مختصر الدول اور رشید الدین کی جامع التواریخ سے رجوع کریں)۔

۱۴؎ کیت بوقا نویاں کا تعلق قوم نایمان سے تھا۔ منگول بادشاہ منگو قاآن کے ہاں وہ منصب باورچی گری پر فائز تھا۔ جب کہ ہلاکو کو بلاد غربی جیحوں کی تسخیر و انصرام کی غرض سے روانہ کیا گیا۔ تو کیت بوقا کو اس کے مقدمۃ الجیش کا افسر بنا کر جمادی الاخریٰ ۶۵۰ھ میں ملاحدہ کے خلاف بھیجا گیا ملاحدہ کی شکست اور ان کے قلعوں کی پائمالی میں اسے نمایاں مقام حاصل ہوا، پھر بغداد کی فتح میں

ہلاکو کے ساتھ رہا۔ بعدازاں شام وحلب کے معرکوں میں شریک ہوا۔ ۶۵۸ھ میں مصر کے مملوک سلطان قطز کے خلاف معرکۂ عین جالوت میں منگولوں کا قائد رہا اس معرکہ میں اسے شکست ہوئی اور گرفتار ہو کر مارا گیا۔ اس کی ہلاکت کا ہلاکو کو بڑا صدمہ ہوا۔ (مزید مطالعہ کی غرض سے جہاں گشای جامع التواریخ و وصاف سے رجوع کیجئے)

۱۵ے انکیانوین۔ صحیح نام ایلکانوین ہے مشہور منگول سردار تھا۔ ہلاکو کے دربار میں یہ شریک تھا جس میں بغداد کی فتح کی تجویز طے ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ہمدان سے بغداد آنے والی فوج میں یہ بھی شامل تھا۔ کیت بوقا کی ہلاکت کے بعد اسے شام پر چڑھائی کے لئے بھیجا گیا مگر مصر کے سلطان بندوق داری کے مقابلہ سے کترا کر ایلکا دیار روم چلا گیا اور وہاں سے دیار بکر کی سمت مڑ گیا غرض اہم معرکوں میں شریک رہا۔ ہلاکو کی ہلاکت کے بعد اس کے بیٹے اور جانشین اباقا خاں کو رسم منگولی کے مطابق اس نے آتش و شراب پیش کی اور باپ کی ہلاکت کی تفصیل بتائی۔

(جہاں گشای اور جامع التواریخ میں اس کے حالات جستہ جستہ بر موقع ملتے ہیں)۔

۱۶ے بعقوبہ ایک مشہور قصبہ ہے جو بغداد سے خانقین جانے والی شاہراہ پر شمال مغربی سمت میں دس فرسنگ کے فاصلہ پر دریائے دیالی کے کنارے واقع ہے۔

(معجم البلدان، مراصد الاطلاع و نزہتہ القلوب)

۱۷ے باجسری یا باجسرا ایک چھوٹا سا شہر تھا جس کا اب پتہ نہیں چلتا۔ یہ بغداد کے شمال مشرق میں نو فرسنگ کے فاصلہ پر بعقوبہ کے جنوب میں دریائے دیالی کے کنارے آباد تھا۔

(مراجع مذکور الصدور)

۱۸ے دریائے دیالی یا دیالہ مشرقی دجلہ کی ایک مشہور شاخ ہے جو کردستان کے پہاڑوں سے نکل کر خانقین کے قریب سے گزرتی ہے اور بغداد کے مشرقی مضافات کو سیراب کرتی ہوئی اس کے جنوب میں ایک فرسنگ کے فاصلہ پر دریائے دجلہ سے مل جاتی ہے۔ اس دریا کو نہر تامرا نہر بعقوبہ اور آب نہروان بھی کہا گیا ہے۔ (بحوالہ مراجع حاشیہ نمبری ۱۶ و ۱۷)

۱۹ے عباسیوں کے طلایہ میں صرف ایبک حلبی نہ تھا بلکہ ایک دوسرا امیر سیف الدین قلیج بھی تھا اور دونوں ہی گرفتار ہو کر ہلاکو کے سامنے پیش کئے گئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امیر سیف الدین قلیج

نے منگولوں کی اطاعت قبول نہ کی۔ (جامع التواریخ: ۳: ۵۳)۔

۷۰ قراسنقور کا تعلق دشت قبچاق سے تھا۔ وہ فوج بغداد کا افسر طلایہ تھا۔ دواتدار صغیر اور بوقا تیمور کی جنگ میں قراسنقور بغدادی فوج کے ایک حصہ کا امیر تھا اور اس نے بہادری سے لڑتے ہوئے جان دی۔ (جامع التواریخ جلد ۳، ص ۵۵)۔

۷۱ پچپر۔ مطلق دیوار یا ایسی دیوار جو لکڑی اور بھونسہ سے تیار کی جائے۔ (برہان قاطع)

۷۲ صاحب دیوان۔ فخرالدین ابوطالب احمد ابن الدامغانی المستنصر اور المستعصم کے درباروں میں بڑا رودار امیر تھا۔ ۶۲۶ھ میں المستنصر کے ہاں سے سلطان جلال الدین منکبرنی کے پاس جو سفارت گئی تھی اس میں فخرالدین بھی شامل تھا۔ ۶۴۳ھ میں المستعصم صاحب دیوان مقرر ہوا، اور حکومت کے مالی امور کا انصرام اسے تفویض ہوا۔ سقوط بغداد کے بعد ہلاکو نے اس کے منصب پر اسے برقرار رکھا بلکہ شہر میں قتل عام کے دوران اس کے گھر کو پناہ کی حیثیت حاصل رہی اور ہزاروں آدمیوں نے یہاں پناہ لے کر اپنی جان بچائی۔ ۶۵۶ھ میں حساب فہمی کے لئے ہلاکو نے طلب کیا، اس کے دشمنوں نے ہلاکو تک یہ خبر پہنچائی کہ صاحب دیوان نے خلیفہ شہید کے ایک قریبی شخص کو جو حلہ میں کے جیل میں قید تھا خفیہ طور سے شام پہنچا دیا ہے۔ اس جرم کی پاداش میں اس پر بھاری جرمانہ لگاکر اردبیہ کے مقام اشنہ کے زندان خانہ میں قید کر دیا گیا۔ جہاں اس نے ۶۵ سال کی عمر میں جہان فانی کو الوداع کہا۔ (مزید مطالعہ کے لئے جہاں کشای جلد سوم، مختصر الدول، حوادث الجامعہ و جامع التواریخ جلد سوم دیکھئے)۔

۷۳ عبدالغنی بن الدرنوس نجم الدین الخاص۔ المستعصم کا مقربان خصوصی میں تھا۔ وہ ابتداء میں معمولی حیثیت کا آدمی تھا۔ اور بغداد میں خشت پری سے روزی کماتا تھا۔ المستنصر کے زمانے میں شاہی کبوتروں کے ایک برج کا نگران ہوا۔ المستعصم کے دور میں ترقی کر کے رئیس البراجین یعنی شاہی کبوتروں کا نگران اعلی مقرر ہوگیا۔ پھر ترقی کے میدان مارتا ہوا حاجب دربار، نجم الدین الخواص اور خلیفہ کی ناک کا بال ہوگیا۔ جملہ امور مالی اس کے مشورے سے انجام پانے لگے اور ارکان خلافت و خلیفہ کے مابین کی اس حیثیت واسطہ کی ہو گئی کہ اسے بیچ میں ڈالے بغیر خلیفہ سے مطلب براری آسان نہ رہی۔ سقوط بغداد کے بعد بھی اس کے اعزاز میں کمی نہ آئی اور وہ خازن دیوان و بعد

ازاں خازن کارخانہ مقرر ہوا، یہ منصب منگولوں کے ہاں بڑا اہم سمجھا جاتا تھا اور اس پر بڑے اہم شخص کا تقرر کیا جاتا تھا۔ نجم الدین الخاص ۶۷۲ھ میں اپنی وفات تک اس منصب پر فائز رہا۔ وہ بغداد میں فوت ہوا اور اپنی نجی رہائش گاہ میں پیوند زمین ہوا۔ ابن الدرنوس جیسے بازاری آدمی کے المستعصم کے ہاں نوازے جانے اور ترقی درجات پر ابن الطقطقی نے بڑی لے دے کی ہے اور خلیفہ کی سفلہ پروری کا مذاق اڑایا ہے، مگر ہلاکو اور اس کے جانشینوں کے ہاں ابن الدرنوس کی عزت افزائی اور ترقی منازل کے بارے میں جو ابن الطقطقی کے نزدیک بڑے لائق حکمران تھے اس کا قلم خاموش ہے۔ میرے خیال میں ابن الدرنوس عامی ضرور تھا، لیکن باصلاحیت ضرور تھا اور اس کی ذاتی قابلیت نے اسے خشت پزی کی کیچڑ سے نکال کر کبوتران شاہی کے برج تک پہنچایا پھر قربت شاہی، حجابت و واسطہ کی بلندیوں تک پہنچا اور منگولوں نے بھی اس سے مالیات کی خدمات لیں۔ اور اس کے بعد نہایت اہم ذمہ داری شاہی صنعت وحرفت کی تنظیم اور صناع اور کاریگروں کی تربیت و نگہداشت پر مامور کیا (نجم الدین الخاص کے متعلق مزید تفصیلات کے لئے الفخری، حوادث الجامعہ، مختصر الدول اور جامع التواریخ کا مطالعہ مفید ہوگا)۔

۲۴ے خواجہ کے بیان سے وزیر خلیفہ کے ہلاکو کے یہاں جانے کا پتہ نہیں چلتا ہاں خلیفہ کے بیان سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ وزیر ہلاکو کے معسکر میں جا چکا تھا۔ وسط محرم میں محاصرہ کے آغاز سے وزیر قاصد کی حیثیت سے کئی بار ہلاکو کے پاس گیا اور خواجہ سے کہ لشکر منگول میں موجود تھے اس کی ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں اور گمان غالب یہ ہے کہ وہ خواجہ کے توسط سے خلیفہ کے خلاف سازش میں شریک تھا۔ اس لئے خواجہ نے اس کی آمد کا تصریح ذکر نہیں کیا ہے یا پھر حسب عادت ایجاز و اختصار سے کام لے کر وزیر کی آمد و رفت کے ذکر سے احتراز کیا ہے۔

۲۵ے برج عجم یا برج عجمی۔ بغداد کے مشرقی حصہ میں تھا اور نسبتہ اس کی بلندی دوسرے برجوں سے کم تھی۔ یہ برج شمالی سمت میں باب الحلبہ (باب الطلسم) اور جنوبی سمت میں باب الکلواذی (باب الشرقی) کے مابین واقع تھا۔ چونکہ شہر پناہ کا یہ برج زیادہ اونچا نہ تھا۔ اس لئے منگول سردار ہلاکو نے اس کے سامنے پڑاؤ کیا تھا۔ اور اسی جانب حملہ کا زور بھی زیادہ تھا۔ (مختصر الدول، حوادث الجامعہ، الفخری، جامع التواریخ اور گائی لی اسٹرینج کی "بغداد بعہد عباسیاں" بزبان انگریزی)

۲۶ہ بیمارستان عضدی، مشہور بویہی امیر عضد الدولہ دیلمی (۳۶۷ھ تا ۳۷۲ھ) کا تعمیر کردہ یہ شفاخانہ مغربی بغداد میں دریائے دجلہ کے کنارے واقع تھا۔ (مقدسی، یاقوت، ابن خلکان، لی اسٹرینج کی "بغداد بعہد عباسیان")۔

۲۷ہ المستعصم کے تین بیٹے تھے۔ بڑا الامیر الکبیر ابو العباس احمد، اسے عوام ابوبکر کہتے تھے کیونکہ کرخ کے شیعوں کے خلاف تادیبی کارروائی اسی سے منسوب کی جاتی ہے، سو یا تو شیعوں نے طنزاً اسے 'ابوبکر' کا لقب دیا یا پھر سنیوں نے شیعوں کی پامالی پر اس کی عزت افزائی کی غرض سے اسے اس نام سے موسوم کیا۔ ابو العباس ۴ر صفر ۶۵۶ھ کو اپنے والد، بھائیوں اور تین ہزار سادات، ائمہ، قضاۃ، اکابر و اعیان کے ہمراہ ہلاکو کے معسکر میں آیا۔ اور ۱۴ر صفر کو باپ اور پانچ خدام کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی جو عباسی بھی ہاتھ لگا شہید کر دیا گیا۔ خلیفہ کا دوسرا بیٹا الامیر الاوسط ابو الفضائل (یا حسب روایت رشید الدین ابو الفضل) عبد الرحمٰن جس کا متن زیر بحث میں ذکر ہے بڑا بہادر اور باصلاحیت تھا۔ ہلاکو کے سامنے جب اسے پیش کیا گیا تو وہ بھی اس کی جرأت و شجاعت و قابلیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ یہ بھی باپ کے ساتھ ۴ر صفر کو ہلاکو کے معسکر میں آیا اور گرفتار ہوا اور بروز جمعہ ۱۶ر صفر ۶۵۶ھ کو درجۂ شہادت پر فائز ہوا۔ خلیفہ کا تیسرا بیٹا الامیر الصغیر ابو المناقب مبارک بھی باپ کے ساتھ منگولوں کی قید میں آیا۔ اسے ہلاکو کی بیوی اُولجائی خاتون نے جان بخشی کرا کے مراغہ بھجوا دیا۔ خواجہ طوسی کو اس کی تربیت کا حکم دیا اور اس کی شادی ایک منگول خاتون سے کر دی جس سے اس کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ خلیفہ کی بیٹیاں منگولوں کے ہاتھوں اسیر ہوئیں اور بعد میں ان کی شادیاں مسلمان امراء کے بیٹوں سے کی گئیں۔ (جامع التواریخ ۳: ۵۹ تا ۶۱ و الفخری ۲۴۴)۔

۲۸ہ شرف الدین مراغی بغداد کے ردداروں میں شمار ہوتا تھا اس لئے ہلاکو کی خدمت میں اہل شہر کے لئے امان طلب کرتے وقت معززین کی جماعت میں شامل تھا۔ اس کا جستہ جستہ حال مختصر الدول اور جامع التواریخ میں ملتا ہے مگر تفصیل کہیں نہیں ملتی۔

۲۹ہ شہاب الدین ابو المناقب احمد بن محمود الزنجانی بغداد کے مشہور عالم تھے۔ مدرسہ مستنصریہ و مدرسہ نظامیہ میں وقفہ وقفہ سے منصب تدریس پر فائز رہے۔ سقوط بغداد کے وقت

وقت وہ قاضی القضاۃ تھے۔ علم تفسیر میں وہ صاحب تصنیف تھے اور خلیفہ ناصرالدین سے روایت حدیث کا اجازت یافتہ، سقوط بغداد کے تھوڑے ہی عرصے بعد اسی سال یعنی ۶۵۶ھ میں وفات پائی (مختصرالدول، جامع التواریخ، حوادث الجامعہ اور سبکی کی الطبقات الشافعیہ میں قاضی زنجانی کے حالات ملتے ہیں)۔

۳۰؎ دروازہ کلواذی۔ کلواذی نامی قصبہ بغداد کے مضافات میں بڑی پُرفضا بستی اور شہر کی تفریح گاہ تھا۔ فصیل کا یہ دروازہ اسی بستی کے بالمقابل تھا اسی لئے اس کی نسبت سے پکارا جاتا تھا۔ یہ دروازہ مشرقی بغداد میں فصیل کے جنوب مغربی ضلع کے آخری سرے پر دریائے دجلہ کے متصل واقع تھا۔ اسے باب الشرقی بھی کہتے تھے حالانکہ یہ دروازہ اپنے موقع کے لحاظ سے دروازہ جنوبی تھا۔ (معجم البلدان، مراصد الاطلاع، مختصر الدول، الفخری، جامع التواریخ و بغداد بعہد عباسیان)

۳۱؎ ۴ر صفر سے پہلے شہر کے باہر جو میدان کارزار گرم رہا اس میں ان گنت جانیں گئیں۔ اس دوران ہلاکو نے دوات دار اور سلیمان شاہ کو جھوٹی تسلی دے کر شہر میں واپس بھیجا کہ اپنے آدمیوں کو لے کر باہر آئیں تاکہ انھیں شام روانہ کیا جائے۔ اس فریب میں آکر بقول رشید الدین "حلقے بے اندازہ" گلوخلاصی کی امید میں شہر سے باہر دواندار اور سلیمان شاہ کے گرد جمع ہوگئی۔ ان سب کو ہزار، سو اور دس کی ٹولیوں میں بانٹ کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ پھر دواندار اپنے متبعین و متعلقین کے ساتھ ۲ر صفر کو اور بعد ازاں سلیمان شاہ سات سو افراد کے ساتھ شہید کر دیئے گئے اسی طرح ۴ر صفر کو ہلاکو نے خلیفہ کو طفل تسلی دے کر یہ اعلان کرا دیا کہ لوگ ہتھیار ڈال دیں اور شہر سے نکل آئیں تاکہ انھیں شمار کیا جاسکے۔ جب لوگ اس وعدہ پر باہر آئے تو ان سبھوں کو منگولوں نے تہہ تیغ کر دیا۔ خلیفہ کی گرفتاری کے بعد، ۷ر صفر ۶۵۶ھ کو باقاعدہ قتل و غارت گری کا سلسلہ شروع ہوا۔ منگولوں کے مورخ رشید الدین کا مجبور قلم صرف اتنا لکھ کر دریا کو کوزہ میں بند کر گیا ہے "لشکر بیک بار در شہر افتند و تر و خشک می سوختند مگر خانۂ معدودے چند از ارکاونان و بعضے غرباء" (یعنی منگولوں کا لشکر یک بارگی ہلہ کر کے شہر میں گھس گیا۔ جو بھی ہاتھ لگا اسے انھوں نے جلا کر راکھ کر دیا۔ صرف عیسائی پادریوں اور بعض باہر سے آئے ہوئے لوگوں کے گھر اس لوٹ سے بچ سکے)۔ مختصر یہ کہ شہر خاک کا ڈھیر ہو کر رہ گیا۔ قصر خلافت کی غارت گری پر منگول سردار

سونجاق مامور ہوا تھا اس نے سب کچھ ضبط کر کے شہر سے باہر معسکر منگول میں بھجوا دیا اور پانچ سو سال کے طویل عرصے میں جو زر و مال اکٹھا کیا گیا تھا اسے انبار کر کے بغداد کے باہر لے جایا گیا۔ شہر کے بیشتر محلے اور مقدس مقامات جلا دیئے گئے۔ انہیں میں بغداد کی جامع مسجد، امام موسیٰ کاظم اور امام محمد جواد کا روضہ اور رصافہ کے مقابر بھی تھے جن کی بے حرمتی کی گئی اور جلا کر راکھ کر دیئے گئے۔ شہر کے علماء و مشائخ و سادات کو بے دردی سے قتل کیا گیا۔ صرف خلیفہ کے ہمراہ ہلاکو کے ہاں جانے والے ایسے تین ہزار معززین کو ۱۵ صفر کو باب کلواذی کے سامنے موت کی نیند سلا دی گئی۔ خاندان عباسی کا جو نام لیوا ملا اسے تلوار کی دھار پر رکھ لیا گیا۔ اس خاندان کے صرف معدودے چند افراد جو کسی شمار قطار میں نہ تھے جان سلامت لے جا سکے۔ خلیفہ کے بڑے بیٹے احمد کو باپ کے ساتھ شہید کیا گیا۔ اور دوسرے بیٹے عبدالرحمٰن کو اس کے تیسرے دن یعنی ۱۶ صفر کو ابدی نیند سلا دی گئی۔ بیس لاکھ آبادی کا شہر اپنی اسی فیصد آبادی سے محروم ہو گیا، شہر کی عالی شان عمارتیں، باعظمت مساجد اور مقدس روضے زمین دوز کر دیئے بیشمار کتابیں جلا دی گئی اور دارالسلام، قبۃ الاسلام، مرکز خلافت تہس نہس ہو گیا۔ اتابکان شیراز کے مدح خواں سعدی، جس کا آقا منگولوں کا نمک خوار تھا اور جس نے بغداد کی تباہی پر ہلاکو کو مبارکباد دینے کی نیت سے مراغہ کا سفر کیا تھا، اس واقعہ پر چیخ اٹھا اور عربی و فارسی میں نہایت جاں سوز و دل دوز مراثی لکھے:

آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین　　بر زوال ملک مستعصم امیرالمومنین

اے محمدؐ گر قیامت سر برون آری ز خاک　　سر برون آر و قیامت درمیان خلق بین

جب شہر میں لاشوں کے انبار لگ گئے، بدبو سے شہر کے باہر ٹھہرنا بھی ممکن نہ رہا تو ہلاکو نے وہاں سے اپنا پڑاؤ اٹھایا اور دیہہ وقف دجلا بیہ میں چند روز رک کر خلیفہ و اعیان خلافت کا کام تمام کیا اور پھر واپسی کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ ان حالات میں خواجہ کا فرمانا کہ اہل شہر کو امان دی گئی اور شہر کی آبادی کا حکم دیا گیا ہے

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ　　ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

سے زیادہ نہیں۔

بغداد کی لوٹ مار کا مال آذربائی جان کے علاقہ کوہ تلہ پر کہ اورمی وسلماس کی ندی پر واقع تھا، ایک مضبوط و بلند عمارت بنوا کر محفوظ کر لیا گیا۔ (تفصیل کے لئے رشید الدین کی جامع التواریخ وصاف اور دوسری معاصر کتب سے رجوع کریں)۔

۳۲ھ جامع التواریخ (۳: ۶۰، ۶۱) کے مطابق ہلاکو انسانوں اور جانوروں کی لاشوں سے پھیلی ہوئی بدبو و وباء کے باعث بیرون بغداد سے اٹھ کر چہارشنبہ ۱۴ صفر ۶۵۶ھ کو مضافات کے دیہہ وقت اور جلابیہ نامی قصبے میں چلا گیا۔ یہیں اسیر خلیفہ کو طلب کیا گیا۔ خلیفہ کو آثار سے اپنے قتل اور تباہی کا یقین ہو گیا۔ تو اس نے اپنے وزیر ابن العلقمی سے تدبیر پوچھی اس نے طنز آمیز جواب دیا۔ خلیفہ نے غسل کی اجازت چاہی جو پانچ منگول سپاہیوں کی موجودگی میں دی گئی۔ خلیفہ نے اس موقع پر اپنی بدحالی پر کچھ پر اثر اشعار بھی پڑھے اور اسی دن سورج ڈھلتے اس کا ولی عہد خلافت اور پانچ خدام کے ساتھ کام تمام کر کے بنو عباس کے ڈھلتے سورج کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دبا دیا گیا۔
بہا لے گئی سیل تاتاران کو۔

۳۳ھ خواجہ کا بیان ہے کہ المستعصم کا منجھلا بیٹا (پسر میانین) الامیر الاوسط ابو الفضائل عبدالرحمن باپ کے ساتھ (۱۴ صفر) کو شہید کیا گیا اور بڑا بیٹا (مہین پسر) الامیر الکبیر ابو العباس احمد کو دوسرے دن (۱۵ صفر) کو درجہ شہادت پر فائز کیا گیا۔ یہ بیان رشید الدین کے بیان سے مختلف ہے جس کی رُو سے بڑا بیٹا ۱۴ صفر کو باپ کے ساتھ اور منجھلا بیٹا ۱۶ صفر کو جمعہ کے دن شہید کئے گئے۔ تمام تاریخی بیانات سے رشید الدین ہی کے بیان کی تائید ہوتی ہے۔ خواجہ کا بیان منفرد ہے۔ پھر یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ ابن العلقمی اور خود خواجہ نصیر الدین طوسی خلیفہ کے بڑے بیٹے کو واقعہ کرخ میں ملوث سمجھتے تھے اور طنزاً ابو بکر کہہ کر مخاطب کرتے تھے اور سقوط بغداد کے بعد اس کی جان کے لاگو تھے۔ اسی لئے خلیفہ اسے اپنے سے الگ نہ کرتا تھا، حالانکہ منجھلے بیٹے کو دوران محاصرہ وزیر کے ہمراہ ہلاکو کے ہاں بھیج چکا تھا اور ہلاکو اس کی شجاعت سے متاثر بھی ہوا تھا۔ بنا بریں ابو العباس احمد (پسر بزرگ) کا باپ کے ساتھ مقتول ہونا ہی قرین قیاس ہے۔ حیرت ہے کہ خواجہ سقوط بغداد کے عینی شاہد ہوتے ہوئے ایسی غلطی کر بیٹھے۔

۳۴ھ اوزان (زائے منقوطہ کے ساتھ منگولوں کی اصطلاح میں یعنی عمل جات، صنعت گران

استعمال ہوا ہے۔ (جامع التواریخ) کے مطابق اس سے کمان گر اور تیر تراش اور (وصاف) کے مطابق زین دوز لگام ساز مراد ہیں۔ اورآن (رائے غیر منقوطہ کے ساتھ) منگولی زبان میں عمل جات، کارگران صناع، پیشہ و اہل حرفہ کو کہتے ہیں۔ صحیح املاء رائے غیر منقوطہ سے ہے (جامع التواریخ، وصاف ولغات منگولی)۔

۳۵ـه اوستو بہادر۔ ذیل کے تمام نسخوں میں ہلاکو کی جانب سے بغداد کی شحنہ گی پر مقرر کئے جانے والے شخص کا نام یہی درج ہے۔ مگر دوسری تمام تاریخوں از قبیل حوادث الجامعہ، الفخری، جامع التواریخ و وصاف میں اس کا نام علی بہادر بتایا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں کہ منگولوں اور ترکوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ دو نام رکھتے تھے۔ ایک اسلامی دوسرا ترکی یا منگولی، سو شحنہ بغداد کا اسلامی نام علی بہادر اور منگولی نام اوستو بہادر ہوگا۔ علی بہادر بڑا دیندار تھا نماز پنجگانہ نماز جمعہ، نماز تراویح کا پابند تھا۔ سقوط بغداد سے لے کر ۶۶۱ھ تک وہ بغداد کا شحنہ رہا اسی سال جوینی کی دشمنی اور سازش کی وجہ سے اس کو خیانت مجرمانہ کی پاداش میں ہلاکو کے حکم سے شہید کر دیا گیا۔

۳۶ـه سیاہ کوہ کے نام کے ایران میں کئی پہاڑ ہیں۔ مگر جامع التواریخ کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سیاہ کوہ ہمدان کے نواح میں تھا اور بعد کی کتابوں میں کوہ پنجہ علی یا پنجہ علی داغ بھی کہا گیا ہے۔

۳۷ـه بغداد کے محاصرہ کے دوران حلہ شیعوں کا گڑھ تھا، کچھ علوی صاحبان عقل و دانش (چند علوی دانش مند)، ہولاکو کی خدمت میں حاضر ہوئے، اطاعت قبول کی اور منگولی شحنہ کی تقرری کی درخواست کی۔ ہلاکو نے دو افراد کو ملکی امارت پر مقرر کرکے علویان دانش مند کے ہمراہ کر دیا۔ بعد ازاں ہلاکو نے اہل حلہ کی وفاداری کے امتحان کی غرض سے اپنے برادر نسبتی بوقا تیمور کو کہ اولجائی خاتون کا بھائی تھا، ایک فوج کے ساتھ حلہ بھیجا۔ حلہ والوں نے دریائے فرات پر پل باندھ کر منگولی لشکر کا شاندار استقبال کیا۔ بوقا تیمور نے ان لوگوں کی ثابت قدمی دیکھ کر ۱۰ صفر ۶۵۶ھ کو وہاں سے کوچ کیا۔ (جامع التواریخ ۳: ۶۲، ۶۳) حلہ کی آبادی اہل تشیع پر مشتمل تھی اور ہرچند کہ وہ عباسیوں کے ماتحت تھے۔ مگر باہمی تعلقات کی نوعیت دگرگوں ہی رہی۔ عباسیوں کو کمزور یا مشغول پا کر اہل حلہ ان کی اطاعت کا جوا اپنی گردنوں سے اتار پھینک دیتے۔ ان کے دشمنوں

کی مدد کرتے اور ان کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔ اسی طرح عباسی جب ان پر قابو پالیتے انھیں تباہ و برباد کرتے ہیں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے مثلاً ۵۵۲ھ میں سلطان محمد سلجوق نے بغداد کا محاصرہ کیا تو عباسی خلیفہ المقتفی کے خلاف اہل حلہ نے سلجوقیوں کی مدد کی اس کا انتقام لینے کی غرض سے المقتفی کے جانشین المستنجد نے ۵۵۸ھ میں حلہ پر حملہ کیا۔ اور یہاں آباد بنی اسد کو شکست دے کر شہر سے نکال دیا (الکامل لابن الاثیر برمواقع یعنی سنین مذکورہ کے تحت)۔

۳۸ھ بوقا تیمور ۱۰ رصفر ۶۵۶ھ کو حلہ سے واسط کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا۔ ۱۷ رصفر کو اس کا لشکر واسط کے سامنے خیمہ زن تھا۔ اہل شہر نے اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور شہر کے دفاع کے لئے سینہ سپر ہوگئے۔ لیکن آخر کار انھیں شکست ہوئی اور شہر پر منگولوں کا قبضہ ہوگیا منگولی سپاہ نے حسب عادت لوٹ مار و قتل اور آتش زنی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ چالیس ہزار مسلمان شہید ہوئے اور شہر کو تہس نہس کر کے رکھ دیا گیا۔ (جامع التواریخ ۲: ۶۲)

۳۹ھ واسط کو برباد کر کے بوقا تیمور خوزستان کے مرکزی شہر شوشتر (ششتر) پہنچا۔ اس کے ہمراہ شرف الدین ابن الجوزی بھی تھے کہ اہل شوشتر کو اطاعت پر آمادہ کرنے کی ذمہ داری انھیں پر ڈالی گئی تھی۔ ہر چند کہ اہل شوشتر نے منگولوں کی اطاعت قبول کر لی، لیکن شہر میں موجود عباسی فوج نے کہ ترکوں پر مشتمل تھی، مقابلہ کیا۔ ان میں کچھ مارے گئے، باقی بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ (جامع التواریخ ۲: ۶۳)

۴۰ھ بوقا تیمور کی پیش قدمی کے نتیجے میں بصرہ اور کوفہ والوں نے بے لڑے بھڑے منگولوں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس دوران میں امیر سیف الدین بیتکچی کی درخواست پر ہلاکو نے نجف میں مزار امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت اور وہاں کے باشندوں کی سلامتی کی غرض سے سو منگول سپاہیوں کا ایک دستہ تعینات کر دیا۔ (جامع التواریخ ۲: ۶۳)

۴۱ھ خواجہ نصیر الدین طوسی کے ذیل کے ترجمہ اور حواشی کے بعد ہم اپنے مضمون کو ختم کرنے سے پہلے ایک مکتوب کا ذکر کرنا چاہیں گے جو ہلاکو کے حکم سے انھوں نے عربی زبان میں اہل حلب کے نام لکھا تھا۔ اس خط میں بغداد پر منگولوں کے تسلط، المستعصم اور اس کی فوج کی تباہی کا ذکر کر کے اہل حلب کو ڈرایا گیا تھا کہ وہ بغداد کے حشر سے عبرت پکڑیں اور جادہ اطاعت سے انحراف نہ

نہ کریں۔ اس خط کے بیشتر فقرے قرآنی آیات سے ماخوذ ہیں اور قرآن میں جو اہل ایمان کے لئے جو فقرے و کلمے استعمال ہوئے ہیں، خواجہ نے انھیں ہلاکو اور اس کی سپاہ کے لئے اور جو کلمے و فقرے اہل شرک و کفر کے حق میں استعمال ہوئے ہیں انھیں المستعصم باللہ اور مظلوم مسلمانوں کے لئے مخصوص کیا ہے۔ خواجہ نے مکتوب کے اخیر میں ہلاکو کی اطاعت کو راہ ہدایت کو اتباع قرار دیا ہے یہ مکتوب خواجہ کے تملق و تعصب کی بدنما مثال ہے ہم جامع التواریخ کی تیسری جلد صفحہ ۶۳ سے اسے بلفظہ نقل کرکے اس کا پیش کرتے ہیں، یہاں یہ بھی یاد رہے کہ یہ مکتوب ہلاکو کی جانب سے لکھا گیا ہے۔ ان میں متکلم کی ضمیر اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے استعمال کی ہے، لیکن خواجہ نے انھیں ہلاکو کے لئے استعمال کیا ہے: تشتان ما بینھما :۔

اَمّا بَعدُ نَقَدْ نَزَلْنَا بَغْدَادِ سنةَ ست وخمسينَ وست فساء صباح المنذرين، فدعونا مالكها وابى، فحق عليه القولُ، فاخذناه اخذاً وبيلاً وَقد دعوناكَ الى طاعتنا، فانْ انيتَ فَروحٌ وريحانٌ، وَانْ ابيتَ فخزيٌ وخسرانٌ فلا تكن كالباحثِ عن حتفه بظلفه والجارع مارنَ انفه بكفه، فتكونَ مِنَ الاخسرينَ اعمالاً الّذينَ ضلَّ سعيُهم فى الحياةِ الدنيا وهم يَحسَبُونَ اَنّهم يُحسِنُونَ صنعاً وَمَا ذالكَ عَلَى اللهِ بِعزيزٍ۔ والسلامُ عَلَى مَن اتبع الهدىٰ۔

حمد و نعت کے بعد۔ ہم ۶۵۶ھ میں بغداد پہنچے (پڑاؤ کیا) پس وہ لوگ جو عذاب سے ڈرائے گئے تھے ان کی صبح بڑی بُری ہوئی ہم نے (بغداد) کے مالک (المستعصم) کو (صلح و اطاعت کی جانب) بلایا مگر اس نے (ہماری اطاعت قبول کرنے سے) انکار کیا، سو اس پر بات ثابت ہوگئی اور ہم نے اسے سخت گرفت میں لیا (اے حاکم حلب) ہم تجھے اپنی اطاعت کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر تو مطیع ہوکر ہماری خدمت میں حاضر ہوگا تو تیرے لئے مسرت و شادمانی ہے اور جو تو نے (ہماری اطاعت سے) انکار کیا تو تیرے واسطے ذلت و خواری (خسارہ) ہے تو اس کی طرح نہ بن جو اپنی موت (قبر) اپنے کھر (پاؤں) سے کھودتا ہے اور اپنی ناک کا سرا (پھنگ نرم) اپنے بازو (ہاتھ) سے کاٹتا ہے، یوں تو ان لوگوں میں سے ہوگا جو اپنے اعمال کے لحاظ سے بڑے گھاٹے میں رہتے ہیں اس دنیوی زندگی میں ان کی کی کرائی محنت

انکار ہو جاتی ہے حالانکہ وہ (اپنی نادانی سے) یہ سمجھتے ہیں کہ بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔ اللہ کے لئے یہ کوئی دشوار بات نہیں ہے (کہ جسے چاہے سیدھا راستہ دکھائے) اور سلامتی ہے اس کے لئے جو ہدایت کی راہ (ہلاکو کی اطاعت) اختیار کرتا ہے۔

(ختم شد)

بقیہ صفحہ ۱۹ سے آگے

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تعلیمات اور مولانا عبیداللہ سندھی کے قرآنی انقلاب کے حوالوں سے مثبت و نمایاں کردار ادا کر رہا ہے۔ خصوصاً پاکستان میں معارف و تعلیمات ولی اللہ اور افکار عبیداللہی کی تعارف و ترویج اور تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی نے شب و روز کی لگن و محنت سے جو خدمات انجام دی ہیں انہیں تاریخ ملک و ملت کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

۱۳ ملاحظہ ہو تلخیص و ترجمہ۔ مولانا عبیداللہ سندھی کے ساتھی ظفر حسن کی آپ بیتی کا دوسرا حصہ مطبوعہ ماہنامہ الرحیم حیدرآباد سندھ شمارہ اپریل ۱۹۶۷ء۔

۱۴ "قرآنی دستور انقلاب" مملوکہ کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو کراچی ۔ راقم نے ۱۹۷۷ء میں اس کتاب کا مطالعہ اسی کتب خانہ میں کیا تھا۔

بقیہ صفحہ ۲۸ سے آگے

نہیں ہوتے جو بغیر کسی ترمیم کے اسی حالت میں چند سال بھی نافذ العمل رہ سکیں خود آئین جو ایک مملکت کے نظام کو چلانے کے لئے بنیادی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے بار بار ترمیم و تنسیخ کا شکار رہتا ہے لیکن وہ آئین جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی و اخروی زندگیوں کو خیر و برکت سے معمور کرنے کے لئے پیش کیا۔ اس میں آپ کے ساتھ کوئی کمیٹی نہیں تھی، کوئی جماعت علماء و فضلا کی نہیں تھی۔ چودہ سو سال گذرنے کے بعد، زمانے کی تیز رفتار گردشوں کے باوجود اس کی کسی شق میں تبدیلی کی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی۔ کیا کوئی انسان محض تنہا اپنی کوششوں سے ایسا ضابطہ بنا سکتا ہے؟

ان تمام دلائل و شواہد سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آپ اپنے دعویٰ نبوت میں سچے تھے۔ آپ کے اس دعویٰ کا انکار وہی کر سکتا ہے جس کے پاس دماغ ہے لیکن عقل سے خالی، آنکھیں ہیں لیکن بصارت سے محروم، کان ہیں لیکن سماعت سے محروم، زبان ہے لیکن قوت گویائی سے محروم، دیکھنے میں انسان لیکن کالانعام بل ھم اضل۔